العصر اسلامک ریسرچ جرنل

AL-ASR Islamic Research Journal

Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan
E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
HEC Category "Y"
https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index

Title Detail

Urdu/Arabic: مروّجہ نظام ہائے سیاست (لبرل ازم، جمہوریت، ملوکیت اور خلافت) (ایک تحقیقی مطالعہ)

English: **Prevailing Political Systems (Liberalism, Democracy, Monarchy and Khilafat) (A Research Study)**

Author Detail

1. Hafiz Tariq Mehmood
M Phil Scholar, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur (Rahim yar khan Campus)
Email: hafiztariqmehmoodrais@gmail.com

2. Dr Muhammad Muavia Khan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur (Rahim yar khan Campus)
Email:muavia.khan@iub.edu.pk

How to cite:

Hafiz Tariq Mehmood, and Dr Muhammad Muavia Khan. 2022. " مروّجہ نظام ہائے سیاست (لبرل ازم ، جمہوریت ، ملوکیت اورخلافت) (ایک تحقیقی مطالعہ): Prevailing Political Systems (Liberalism, Democracy, Monarchy and Khilafat) (A Research Study)". AL- ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/68.

Copyright Notice:

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

مروّجہ نظام ہائے سیاست (لبرل ازم، جمہوریت، ملوکیت اور خلافت) (ایک تحقیقی مطالعہ)

Prevailing Political Systems (Liberalism, Democracy, Monarchy and Khilafat) (A Research Study)

Hafiz Tariq Mehmood
M Phil Scholar, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur (Rahim yar khan Campus)
Email: hafiztariqmehmoodrais@gmail.com
Dr Muhammad Muavia Khan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur (Rahim yar khan Campus)
Email:muavia.khan@iub.edu.pk

Abstract

Politics" is used in the sense of the state and government and administration of the kingdom because the purpose of the government and the state is to improve and reform the condition of the people.

"Liberalism" has been defined as the freedom of the individual and the community, or that "liberalism" is the defense of the rights of the individual, which is sometimes imposed by collective institutions. That is, the concept and protection of individual rights in the field of life, even religion has no chance to imprison the freedoms of the individual. be given.

"Democracy" is a system of life in which there is government by the people, government for the people and government by the people. In this, the minimum age limit of the voter is fixed. The rest of his education, his character's thinking and understanding does not interfere in it.

"Monarchy" refers to the monarchy or imperial system of government. That government forces people to fulfill the personal goals and wishes of the king. In it, the king's mandate is derived from the law. The entire nation and the national treasury are considered his personal property. He is considered above criticism. He is not accountable to anyone. His every rule is obeyed by God, that is, the king becomes God himself in human form. The subjects are oppressed. They make themselves slaves. Basic human rights are usurped. One family remains in power.

The word "Khilafah" is derived from the Holy Book of the Holy Qur'an. In the literal sense, "Khilafah" refers to the succession and authority of the local and honorable. "Khilafah" is a gift from God according to its Quranic concept. Peace be upon you. The Caliphate is the leadership of Muslims and the succession of the Messenger of God. In Shariah and political affairs, this ownership of powers is not a name, but a responsibility and honor. This word is also used for state and government. That is, where it is an ideology and concept, there is also an institution and system. The name of the society organized on the basis of Islamic

principles and also of its governing body. The best example of this is the period of the Prophet ﷺ and after him the period of the rule of the trained right successors of the Prophetﷺ the Caliphs, which is called the Rashidah Caliphate. And this system of life is distinguished and different from communism and exploitation, liberalism, democracy and monarchy.
Keywords: Prevailing , Politics ,Islamic Teachings, Liberalism, "Democracy, Khilafat, Government, Monarchy

سیاست کا مفہوم

سیاست بروزن سَاسَ یَسُوْسُ بروزن قَالَ یَقُوْلُ سے مصدر کا صیغہ ہے۔اس باب کا مصدر سَوْسٌ بروزن قَوْلٌ بھی آتا ہے۔سیاست اور سوس کے اساسی معنی ہیں "اصلاح کرنا" اور "سنوارنا"۔اس لغوی مفہوم کی مناسبت سے یہ دونوں ریاست وحکومت اور تدبیر مملکت کے معنوں میں بھی بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔اس لیے کہ حکومت اور ریاست کا مقصد بھی عوام کی حالت سنوارنا اور اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:"فَالسِّیاسۃُ والْملکُ ھی کَفالۃٌ للخَلْقِ وخلافۃٌ لِلّٰہ فی العباد لتنفیذاحکامہٖ فیھم"۔(1) ترجمہ "سیاست اور حکومت مخلوق کی نگہداشت اوران کے مفاد کی کفالت وضمانت کا نام ہے۔یہ سیاست خدا کی نیابت ہے اس کے بندوں پر اسی کے احکام د نافذ کرنے کے کام میں"۔

امام راغبؒ نے سیاست کی تعریف میں تین ارکان سیاست کا ذکر فرمایا ہے:

عِمَارۃُ الاَرْضِ	زمین کو آباد کرنا اور عمرانی تمدن قائم کرنا
تنفیذُ احکامِ اللّٰہِ	خدا کے احکام کو نافذ کرنا
مَکَارِمِ الشَّرِیعَۃِ	اخلاق فاضلہ اختیار کرنا(2)

لبرل ازم کا مفہوم

مقتدرہ قومی زبان انگریزی اردو لغت میں بھی لبرل ازم کا لغوی مفہوم "آزاد خیالی اور حریت پسندی بیان کیا گیا ہے، اسی لغت کے مطابق لبرل ازم مسلمہ امور کی تبدیلی اوراصلاح کا رجحان ہے جیسے مذہب اور سیاست میں سیاسی تبدیلیوں کے حامیوں وضع کردہ اصول (معاشیات)ایک نظریہ جو حکومتی نگرانی سے افراد کی آزادی اور کھل منڈی کا حامی ہے"۔(3)

چنانچہ اردوزبان میں لبرل ازم کے لغوی مفہوم میں آزادی یا آزاد خیالی کے تصورات شامل ہیں، نیز حریت پسندیا آزاد خیال ہونا بھی اسی اصطلاح کے مفہوم میں شامل ہے۔

فرہنگ آصفیہ میں آزاد ہونے کے درج ذیل مفہوم بیان کے گئے ہیں:

(i)بے تعلق ہونا، بے قید ہونا، بری ہونا،

(ii)خود مختار ہونا، اطاعت سے باہر ہونا،

(iii)بے پرواہ ہونا، بے شرم ہونا، بے ادب ہونا([4])

فرہنگ عامرہ میں اس اصطلاح کے بیان میں عربی کا لفظ حریت میں بھی مستعمل ہے جو ایسی آزادی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جو غلامی کے بعد حاصل کی گئی ہو۔

عربی زبان میں لبرل یا آزاد کے متبادل کے لیے لفظ "الحر" بولا جاتا ہے۔ جبکہ آزادی کے لیے لفظ "حرّیت" بولا جاتا ہے۔ جنانچہ عربی میں "حررہ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کو آزاد کردیا"۔([5])

اردو لغت میں لبرازم کے درج ذیل معنی بیان کئے گئے ہیں "آزاد خیال، جمہوری اور معاشرتی اصلاحات کی موافقت کا نظریہ"۔([6])

اسی لغت میں لبرل ازم سے مراد ایسا شخص ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں

(۱)بے فکری، بے پرواہی (۲)غلامی سے نجات (۳)فراغت

(۴)راستی اور سیدھا پن (۵)خود مختاری([7])

اصطلاحی پس منظر:

لبرل ازم کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم میں جہاں ایک طرف وسعت دکھائی دیتی ہے وہاں اختلاف بھی ہیں نیز مختلف خطوں میں رونما ہونے والی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تبدیلیوں نے بھی اس اصطلاح کے معنی و مفہوم میں تبدیلی پیدا کی ہے۔

مغربی یونانی فلسفی ارسطو نے لبرٹی کی تعریف میں لکھا ہے:

"Ruling and being ruled in turn is one element in liberty" ([8])

گویا آزادی ایک طرف افراد کی اپنی خواہش اور اختیار میں ہے تو دوسری طرف جمہوریت بھی اسی کا پرتو ہے۔

لبرل ازم بطور نظام سیاست

لبرل ازم کا لغوی مفہوم آزاد خیالی اور حریت پسندی وغیرہ کے ہیں۔ اسی طرح اس سے مراد بے ادب، بے شرم، بے فکر اور لاپرواہ ہونا بھی ہے گویا کہ "لبرل فرد" سے مراد ایسا شخص ہے جو کسی کی اطاعت کے لیے تیار نہ ہو اور نہ ہی کسی نظام یا قانون کی پیروی کرتا ہو۔

"لبرل ازم" فرد اور اجتماع کی آزادی کو قرار دیا گیا ہے یا یہ کہ "لبرل ازم" فرد کے ان حقوق کے دفاع کا نام ہے جس پر بعض اوقات اجتماعی ادارے پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ یعنی فرد حقوق کا تصور اور تحفظ پر شعبہ زندگی میں حتیٰ کہ مذہب کو بھی فرد کی آزادیوں پر قید لگانے کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔ اسی طرح لبرل ازم نے جو معاشی تصور دیا ہے اس کے مطابق ہر فرد کو فطری آزادی حاصل ہوتی ہے کوئی معاشرہ، مذہبی یا ریاستی قید اس کی راہ میں حائل نہیں طور پر ہر فرد کو زندگی کے ہر شعبے میں فطری آزادی کا تحفظ لبرل ازم کا بنیادی اصول ہے"۔

ڈاکٹر نعیم احمد لکھتے ہیں کہ:

اس کے خیال میں جب سائنسی زندگی ہو تو اس کی بنیادی قدروں سے محروم کر دیتی ہے تو سائنس کا کردار قابل تعریف نہیں رہتا۔ اقدار کا دائرہ عمل سائنس کے میدان سے باہر ہے۔(9)

انسان دوستی، لبرل ازم، سائنسی فکر اور عقلیت پسندی جیسے موضوعات پر کارل پوپر کا فلسفیانہ نظریات کو جدید فلسفے میں سند کا درجہ حاصل ہے۔ لبرل ازم اور عقلیت پسندی کی تحریکوں میں افراط و تفریط پر تبصرہ کرتے ہوئے پوپر لکھتا ہے:

"میں روشن خیالی کی اس تحریک کا آخری پسماندہ مسافر ہوں جسکا رول مدتوں پہلے ختم ہو گیا تھا اور جس کی سطحیت بلکہ ابلہ پن کو کراہت انگیز حد تک بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں عقلیت پسند ہوں اور صداقت اور انسانی عقل پر یقین رکھتا ہوں، اس سے بلاشبہ یہ مراد نہیں کہ میں عقل انسانی کی قدرت کاملہ پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ عقلیت پسند ویسا ہر گز نہیں ہوتا جیسا عقلیت پسندی کے مخالفین ہمیں باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں"۔(10)

نامور مصری دانشور محمد قطب مغرب میں تجزی سائنس کے عروج اور غلبے کو مذہب کی بے زاری اور آزاد خیالی کی نشو و نما اور ارتقاء میں بنیادی عوامل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

"چونکہ تجزی سائنس کا دائرہ محسوسات ہی بن سکتے تھے۔ اس لیے اہل مغرب نے صرف ان باتوں پر یقین بر قرار رکھا جو محسوسات کے دائرہ میں آتی تھیں اور جو باتیں اس دائرے میں نہ آتی تھیں وہ یکلخت انکے ایمان و یقین سے خارج ہو گئیں اور انہوں نے اس راستے کے سوا معرفت کا ہر راستہ بند کر دیا۔ بلاشبہ اس طرز عمل پر انہیں ان کی خالص مادہ پرستانہ طبیعت نے ہی ابھارا جو انہیں قدیم معاملے میں ورثے میں ملی تھی اور جو انہیں ابھی تک اسی ڈگر پر کھینچ رہی تھی۔ اس لیے اہل مغرب تو وہی بات مانتے ہیں جس پر تجربے کی مہر لگی ہو۔ کیونکہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ مگر جو بات تجربے کے خراد پہ نہ چڑھ سکے وہ محض بکواس یا کم از کم اس قابل نہیں ہے کہ اسے خاطر میں لایا جائے"۔(11)

لبرل ازم کے پس منظر ارتقائی عوامل اور لبرل ازم کی تحریکوں اور انقلابات کا منظر غائر جائزہ لینے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اقوام عالم کی بالعموم موجودہ قیادت لبرل ازم کی حامل مغربی تہذیب کے ہاتھوں میں ہے۔ تو یہ صورتحال نہ تو وہم وخیال ہے اور نہ ہی نقش بر آب بلکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

کلیسااور جاگیر داری کے خلاف جوجنگ لڑی گئی اس کا سر عنوان لبرل ازم یعنی وسیع المشربی تھا۔ نئے دور کا علمبر دار زندگی کے ہر شعبے اور فکر و عمل کے ہر میدان میں وسعت مشرب، فیاضی، فراخ دلی اور کشادگی کا وعظ کہتے تھے۔ عام اس سے وہ مذہب فلسفے اور علم و فن کے میدان میں ہو یا معاشرت اور تمدن، سیاست اور معیشت کے میدان میں وہ ترقی پسند انسان کے راستے سے ہر طرف بندشوں اور رکاوٹوں اور تنگیوں اور سختیوں کو دور کرتا ہے۔ یہ مذہب سے بے زار ہے۔ لبرل ازم ہر شعبہ حیات، ہر راہ عمل میں ہر خارجی رکاوٹ سے، ہر رسمی قید سے، ہر مذہبی اوراخلاقی بندش سے اور ہر قانونی یا اجتماعی مداخلت سے پوری آزادی کا نام ہے۔ دین اسلام اوراس کی تعلیمات سے بالکل متضاد نظام ہے۔

جمہوریت کا مفہوم

عربی لغت کے ماہرین کی آراء سے واضح ہوتا ہے کہ "جمہوریت" کا ماخذ لفظ جمہور ہے جس کا بنیادی مادہ "جمھر" (ج،م،ہ،ر) بتایا گیا ہے۔

مرتضی زبیدی کے بقول:"وجمھر، أي الشئ:جمعه"۔(12) گویا جمہر کا بنیادی معنی ہوا کسی کا جمع ہونا یا اکثریت میں ہونا۔ اسی سے لفظ جمہور ترکیب پاتا ہے۔

ابن منظور فرماتے ہیں:

"وقيل له الجمهوى لأن جمهور الناس يستعملونه أى أكثرهم"۔(13)

"اور اس کو الجمھوی اس لیے کہا گیا کہ جمہور لوگوں اسے استعمال کرتی ہے، یعنی ان کی اکثریت"۔

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ کہ :"جمہور" کا بنیادی معنی اکثریت یا کثرت اور نمایاں یا بلند تر ہے۔ اور انسانوں کے حوالے سے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس سے مراد عوام الناس یا ان کے معززین کی اکثریت ہوتی ہے۔ اسی مفہوم کے پیش نظر کتب اسلامی میں "جمہور" کا لفظ کثرت سے استعمال ہوتا ہے جس سے "مراد معتبر علماء" کی اکثریت ہوتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

الفارابی نے کتاب آراء اہل المدینہ الفاضلۃ میں افلاطون(Plato) کی Republic کے لئے عربی کا متبادل "مدینہ" استعمال کیا ہے جبکہ جمہوری حکومت کے لئے وہ "مدینۃ الجماعیۃ" کی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔

ابو الاعلی مودودی فرماتے ہیں:

مغرب میں جس چیز کو جمہوری حکومت کہتے ہیں وہ دو بنیادی تصورات کا مجموعہ ہے

۱۔ عوام کی قانونی اور سیاسی حاکمیت کی اکثریت یا ان کے منتخب کیے ہوئے نمائندوں کی اکثریت کے ذریعے عملاً ظہور میں آئے

۲۔ ریاست کا انتظام کرنے والی حکومت کا عوام کی آزاد خواہش سے بننا اور بدل سکنا۔

اسلام اس کے صرف دوسرے جز کو تو تسلیم کرتا ہے۔ رہا پہلا جز تو وہ اس کو دو حصوں میں تقسیم کر کے قانونی حاکمیت اللہ تعالی کے لیے مخصوص کرتا ہے، جس کے احکام (خواہ وہ کتاب اللہ میں ہوں یا سنت رسول ﷺ میں) ریاست کے ناقابل تغیر و تبدل قانونی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور سیاسی حاکمیت کو "حاکمیت کی بجائے خلافت" (یعنی اللہ کی حقیقی نیابت) قرار دے کر ریاست کے عام مسلمان باشندوں کے حوالے کر دیتا ہے یہ خلافت مسلم عوام کی اکثریت یا ان کے معتمد علیہ نمائندوں کی اکثریت کے ذریعے سے عملاً ظہور میں آئے گی۔ اس بنیادی فرق کو دیکھتے ہوئے اسلامی ریاست کو مغربی اصطلاح کے مطابق جمہوریت کہنا بھی کسی طرح درست نہیں[14]

جمہوریت کا نظام جہاں بھی رائج ہو گا وہاں تقریباً ہر وقت انتخاب کا دھندا چلتا رہے گا۔ اس صورتحال کی بنا پر ہر ایسے شخص کے دل میں کرسی کی ہوس انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔ جس کے پاس چار پیسے ہوں وہاں پر جاہ طلبی کا مرض وبا کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ خود غرض کی جاہ طلبی بھی ایسا مہلک مرض ہے جو ایک فلاحی اور نظریاتی مملکت کی بیخ و بن کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"مأذئبان جائعان ارسلافی غنم یامفسدلهامن عرض المدد علی الملک واشرف لدینه(15)"

(بکریوں کے ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیے اتنی تباہی نہیں مچا سکتے جتنی انسان کی حب جاہ و مال اس کے دین کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہے۔)

وجہ یہ ہے کہ اقتدار کا خبط، خواہ وہ اقتدار کس درجہ ہو، جب عقل و ذہن پر سوار ہو جاتا ہے تو روحانی اقدار اور مکارم اخلاق کا مسئلہ اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہتا اور وہ اس کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنے میں جھجھک محسوس نہیں کرتا۔ لہٰذا جمہوریت کا پہلا قدم ہی قرآن و سنت کے خلاف اٹھتا ہے۔[16]

جمہوریت پارٹی بازی کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔ جمہوریت میں ہر لحظہ مخالفت اور پارٹی بازی کی جو فضا قائم رہتی ہے اسلام اسے بھی پسند نہیں کرتا۔ وہ جو طریقہ پیش کرتا ہے وہ یہ ہے:

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"۔(17)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کا عذاب سخت ہے"۔

جمہوریت کی دلکشی اور پسندیدگی کی ایک بنیادی وجہ یہ ٹھہری کہ اس نے ایک مخصوص طبقے کی حکومت میں عوام الناس کو بھی کسی حد تک شامل کر لیا ہے۔ گویا جمہوریت کے ہوتے ہوئے عوام الناس اس حقیقی مغالطے میں رضاکارانہ گرفتار رہتے ہیں کہ وہ بھی حکومت شامل ہیں۔

جمہوریت بطور نظام سیاست

جمہوریت وہ نظام زندگی ہے جس میں عوام کی حکومت، عوام کے لیے حکومت اور عوام کے ذریعے حکومت ہوتی ہے اس میں حکومت سازی بذریعہ انتخاب ہوتی ہے۔ اس میں ووٹر کی عمر کی کم از کم حد مقرر ہوتی ہے۔ باقی اس کی تعلیم، اس کا کردار اس کی سوچ سمجھ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ ایک عالم، تعلیم یافتہ، باکردار فرد اور ایک زانی، شرابی، ان پڑھ جاہل، چور، اچکا، بدکردار فرد بحیثیت ووٹر برابر ہیں۔ اس نظام نے جاگیر دار اور سرمایہ دار لوگوں کے اندر اقتدار کے حصول کی خواہش پیدا ہوتی ہے اس سے پارٹی بازیاں جنم لیتی ہیں، لسانی، نسلی تعصبات فروغ پاتے ہیں۔

جمہوریت میں حاکمیت اعلیٰ "اللہ تعالیٰ" نہیں بلکہ انسان اور ان کے منتخب نمائندے ہوئے ہیں۔ اِس میں قوانین الہامی نہیں بلکہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس میں لوگ مناصب / عہدوں کے حصول کے لئے جائز وناجائز حربے اختیار کرتے ہیں جبکہ اسلام میں حکومت کا منصب کسی ایسے شخص کو نہیں دیا جاتا جو اس کا طالب اور حریص ہو۔ اس کے معلوم ہوا کہ جمہوری نظام قرآن وسنت سے بالکل متصادم ہے۔

ملوکیت کا مفہوم

عربی زبان میں مُلک اور مَلِک اپنے لغوی معنوں کے اعتبار سے کوئی بری چیز نہیں ہے۔ مُلک کے لغوی معنی ہیں حکومت اور ملک کے معنی ہیں حکمران۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حکمرانی بجائے خود تو بری اور قابل مذمت چیز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں انبیاء کرام کی حکومت کو بھی مُلک کہا گیا ہے حالانکہ ان کی حکومت خلافت اسلامیہ اور سیاست شرعیہ کے اصول پر مبنی ہوئی تھی۔

"وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ(18)"

"اور یہ اس جادو کی تابعداری کرتے تھے جسے پڑھتے تھے شیطان سلیمانؑ کی حکومت (ملک) کے زمانے میں ہیں"

"اور سلیمانؑ نے کہا اے خدا مجھے حکومت بخش دے"

"رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ(19)"

"یوسفؑ نے کہا" اے میرے رب تو نے دی ہے مجھے حکومت"

امام راغبؒ اصفہانی نے ملک کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے۔

"الملک هوالمتصرف بالامروالنهی فی الجمهوروذالک یختص بسیاسة الناطقین -- وقال بعضهم الملک اسم لکل من یملک السیاسة امافی نفسهٖ وذالک بالتمکین من زمام قواه وصرفها عن هواها واما فی غیره سواء تولی ذلک اولم یتول"۔(20)

"ملک وہ ہوتا ہے جو جمہور میں امر و نہی کے ذریعے تصرف کرتا ہے اور یہ تصرف ذی عقل لوگوں کی سیاست کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔

بعض علماء لغت نے کہا ہے کہ "ملک ہر اس شخص کا نام ہے جو سیاست کا مالک ہو یا اپنے نفس کے بارے میں کہ قوائے نفسانیہ، اس کے قابو میں ہوں۔ (ایسا شخص اپنے نفس کا بادشاہ ہوتا ہے) یا دوسروں پر یہ سیاسی قوت، اسے حاصل ہو خواہ عملاً وہ حکمران ہو یا نہ ہو (لیکن قوت اور اہلیت رکھتا ہو)'"

مُلوکیّت کی تعریف:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَادَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْااَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ(21)

"یقیناً بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں۔ کسی بستی میں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے باعزت عزت اور ایسا ہی کرتے رہتے ہیں۔"

علامہ ابن خلدونؒ نے ملوکیّت کی فنّی اور اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے۔

هوحمل الکافة علی مقتضی العرض والشهوة(22)

"استبدادی بادشاہت وہ حکومت ہے جو لوگوں کو بادشاہ کی ذاتی اغراض اور خواہشات پوری کرنے پر مجبور کرتی ہو"

ملوکیّت کے شہنشاہی نظام میں بادشاہ کی منشا ماٰخذ قانون ہوتی ہے۔ پوری قوم اور سارا قومی خزانہ اس کی ذاتی ملکیت تصور ہوتا ہے۔ وہ تنقید سے بالاتر سمجھا جاتا ہے۔ اور کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ کسی شخص کا بادشاہ بن جانا اس بات کا ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدا کا نمائندہ ہے اور اس کا ہر حکم ماننا منشاء خداوندی ہے۔ گویا بادشاہ انسانی شکل میں خود خدا ہے۔ یہ ہے بادشاہت کا قدیم ترین اور مروجہ نظریہ سیاست جس کی تائید میں بعض شاہ پرستوں نے کتابیں لکھی ہیں اور فلسفے گھڑے ہیں۔

چنگیزیت:

ملوکیت اور سرداری نظریہ سیاست ہی کی ایک شکل چنگیزیت ہے۔ جس طرح بھیڑیا خون پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی چنگیز خان انسانی خون بہانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"ان تاتاریوں کا فساد اور ظلم انتہائے چین سے لیکر عراق تک پھیل گیا اور ۶۱۷ھ میں عراق، الجزیرہ، شام اور مصر کے علاوہ چنگیز خان نے باقی تمام ممالک کو فتح کر لیا۔ یہ لوگ جس شہر پر قبضہ کر لیتے تو اس کی ساری آبادی کو قتل کر دیتے تھے اور مکانات مساجد اور مدارس کو جلا ڈالتے تھے"۔ ([23])

ملوکیت اور نظام سیاست

"ملوکیت" بادشاہت یا شہنشاہی نظام حکومت کو کہتے ہیں۔ وہ حکومت جو لوگوں کو بادشاہ کی ذاتی اغراض اور خواہشات پوری کرنے پر مجبور کرتی ہو۔ اس میں بادشاہ کی منشا مآخذ قانون ہوتی ہے۔ پوری قوم اور سارا قومی خزانہ اس کی ذاتی ملکیت تصور ہوتا ہے۔ وہ تنقید سے بالاتر سمجھا جاتا ہے۔ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ اس کا ہر حکم ماننا منشاء خداوندی ہے یعنی بادشاہ انسانی شکل میں خود خدا بن جاتے ہیں۔ رعایا پر ظلم و ستم کرتے ہیں۔ اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق غصب کر لیتے ہیں۔ ایک ہی خاندان اقتدار پر قابض رہتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔

خلافت کا مفہوم

سب سے پہلے "خلافت" کا لغوی معنی جاننے کے لئے ہم قرآن سے راہنمائی لیں گے۔ لفظ "خلافت" قرآن میں مذکور نہیں۔ البتہ جس سہ حرفی مادہ سے یہ لفظ ترکیب پایا ہے اس سے ماخوذ کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم "خلیفہ" کا لفظ ہے جو کتاب الٰہی میں دو مقامات پر موجود ہے۔

قرآن کی سب سے طویل سورہ "البقرۃ" میں تخلیق آدم کا بیان تفصیل سے آیا ہے۔ مذکورہ آیات میں دربار خداوندی کی اس ملکوتی محفل کا تذکرہ ہے جس میں رب کائنات نے فرشتوں کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ وہ زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہے۔ ارشاد ہوا:

"اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً"۔(24)

سیاق و سباق کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ اور اس کا اعلان دراصل بعثت آدم علیہ السلام کا پس منظر ہے اور دنیائے ارضی میں انسان کی حیثیت اور اس کے ہدف کا تعین ہے۔ لہٰذا قرآن کے ان الفاظ کا بنظر عمیق تجزیہ ضروری ہے تاکہ تصور خلافت واضح ہو سکے۔

آیت خلافت کے لفظ "خلیفہ" کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے مقدم سوال اس کے لغوی معنی کا ہے؟ اس سے خلافت کا مفہوم سامنے آسکے گا۔

لغوی تحقیق

اہل لغت نے خلافت کا مادہ "خلف" بتایا ہے جو کہ ان کے بقول قدام کی ضد ہے یہ قرآن میں خَلْف' اور خَلَف' کی صورت میں آیا ہے۔([25])

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"وھی تکون اسما وظرفا ، (فاذاکانت اسما جرت بوجوه الاعراب ، واذا كانت ظرفا لم تزل نصبا على حالها)

وقوله : والخلف الظہر:والتخلف :التأخر"۔(26)

گویا یہ لفظ خلف، سے ماخوذ ہے جو اسم ظرف کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی پیچھے، بعد میں یا تاخیر سے آنے والے کے ہیں۔

اسی سے استخلاف یعنی قائم مقام ہونے، بعد میں آنے اور کسی کے جگہ لینے کا عمل، ترکیب پاتا ہے۔ اس عمل سے گزرنے والے کو خلیفہ اور خود اس عمل کو خلافت کہا جاتا ہے جس کے معنی امارت کے ہیں۔([27])

اصطلاحی مفہوم:

خلیفہ اور خلافت کے اس لغوی مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے ہم جمہور مفسرین کی ان آراء کا مطالعہ تحریر کرتے ہیں:

امام الشوکانی فرماتے ہیں:

"والخليفة هنا معناه الخالف لمن كان قبله من الملائكة"۔(28)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلیفہ کے معنی قائم مقام ہونے والے اور کسی دوسرے کے بعد اس کی جگہ لینے والے کے ہیں۔ اور یہاں اس سے مراد وہ ہستی ہوئی جو زمین پر بسنے والی مخلوق کی جگہ اس کے بعد لے گی۔

خصوصی اور عمومی خلافت کا قرآنی تصور

خلیفہ اور خلافت کا مندرجہ بالا مفہوم اس حدیث کی تائید میں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کی سیادت انبیاء کرتے تھے اور ان آیات کا مؤید بھی ہے جن میں بعض انبیاء کی خلافت کا باقاعدہ کاذکر قرآن نے بعض مقامات پر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں خاص طور سے قابل ذکر داؤد علیہ السلام کی خلافت سے متعلق سورۃ ص کی ۲٦ چھبیسویں آیت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَادَاوُوْدُاِنَّاجَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعِ الْهَوٰى(29)

"اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیاہے آپ لوگوں کے درمیان سچائی کافیصلہ کیجیے اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے۔"

گویااس آیت میں خلافت کاپورادستور آگیاہے اوروہ یہ کہ خلیفہ کاتقرراللہ کی طرف سے، زمین کے لیے ہے، اوراس ذمہ داری کابنیادی کام انسانوں کے درمیان عدل کی حاکمیت ہے اوریہ خواہش نفس سے اجتناب پر مبنی ہے۔

یادرہے کہ "حکم"کالفظ قرآن میں حکومت اورعدالت (یعنی حاکمیت اور منصفی) دونوں کے لیے مشترک استعمال ہوتاہے(30)

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تشریح یوں فرماتے:

"هذا وصية من الله عزوجل لولاة الأموران يحكموا بين الناس بالحق المنزل من عندهٔ تبارك وتعالى ا لايعدلوا عنه فيضلوا عن سبيل الله"۔(31)

"گویایہ ہدایت اللہ تعالی کی طرف سے حکومتی معاملات کو چلانے کی کہ انسانوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حق کے مطابق فیصلے کئے جائیں اوراس دستور کی خلاف ورزی اللہ کی راہ سے بھٹکنے کے مترادف ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی نیابت اپنے بھائی ہارون کو دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ"۔(32)

"میری قوم میں میری نیابت کافریضہ انجام دیجیے اوراصلاح کاکام کرناہے، فساد پھیلانے والوں کے ہاتھوں استعمال نہیں ہونا"۔

گویاخلافت اصلاح کے راستے پرراستی سے چلنااور معاشرے کوفساد سے محفوظ رکھنے کانام ہے۔

اس تاریخی روایت کی تصدیق، کتاب الٰہی سے یوں ہوتی ہے:

"وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ"۔(33)

"اوروہی ہے اللہ جس نے تمہیں زمین کاخلیفہ بنایا اوربعضوں کوبعضوں پر درجات میں بلندی دی تاکہ تمہیں آزمایاجائے اس میں جوکچھ کہ تمہیں اس نے عطاکیا"۔

خلافت کی یہ منتقلی بالترتیب:

(i) قوم نوح سے عاد کی طرف (ii) عاد سے قوم ثمود کی طرف

(iii) ثمود سے بنی اسرائیل کی طرف (vi) اور بنی اسرائیل سے اہل عرب اورامت مسلمہ کی طرف۔

قرآن نے سورہ آل عمران میں بیان کی ہے(34)

دور جدید کے مفسرین نے آیت خلافت کی روشنی میں انسان کی اسی خلافت عمومی کے حوالے سے نئے پہلو اجاگر کیے ہیں۔ ان کے خیال میں انسان کی تخلیق، اس کی صلاحیتیں اور تسخیر کائنات کی قدرت۔ خالق کائنات کی اس مشیت کا اظہار ہیں کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اپنی نیابت کے مرتبے پر فائز کیا ہے۔

شیخ طنطاوی فرماتے ہیں کہ انسان کو ذہنی وجسمانی لحاظ سے اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ وہ زمین پر اللہ کے خلیفہ کے طور پر فرائض ادا کر سکے۔ انسان کا اپنے جسم پر اختیار، خالق کل کے، کائنات پر اختیار وتصرف سے کسی حد تک مشابہت رکھتا ہے۔ اس کے حواس واعصاب اس کی معاون مشینری ہے جس طرح بادشاہ کے معاون اس کے وزراء وامراء اور حکومتی محکمے ہوتے ہیں، جو آپس میں مربوط ہو کر نظم مملکت چلاتے ہیں۔ تمام انواع مخلوق کی صفات کا مرقع بھی انسان کو بنایا گیا ہے اور جس طرح کہ ہر مخلوق اپنے ہدف اور مقصد تخلیق سے مطابقت رکھتی ہے، اسی طرح انسان ان تمام تر صفات سے مزین ہے جو کہ ایک خلیفۃ اللہ کے لیے ضروری ہیں۔

"هذه صورة الانسان الحسية والمعنوية، وهوالخليفة لله۔وكان الانسان فى الارض عالم صغيريضاهى هذا العالم الكبير، ولذلك سمى خليفة"۔(35)

سید قطب شہید کے بقول:

"واذن فهى منزلة عظيمة ،منزة هذاالانسان، فى نظام الوجودعلى هذه الارض الفسيحة ، وهوالتكريم الذى شاه له خالقه الكريم"(36)

"یہ منصب خلافت دراصل انسان پر؛ اللہ کا عظیم احسان ہے، اس کی عزت افزائی ہے اور وسیع کائنات میں اس کے بلند مرتبے کا اعلان ہے۔"

جب اللہ تعالی کی مشیت یہ ہوئی کہ انسان کو زمین کی زمام کار عطا کرنی ہے تو پھر اسکو اس مرتبے کے شایان شان قوتیں بھی عطا کی گئیں تا کہ یہ رضائے الہی کے تقاضے پورے کر سکے۔ اسے علم کی طاقت، اس کے ہاتھ میں قوت، زمین کے وسائل اور مخفی خزانے سپرد کر دیے گئے۔ نوامیس قدرت میں ہم آہنگی، ربط اور ترتیب کے ذریعے کائنات کی تسخیر انسان کے لیے آسان کر دی گئی تا کہ وہ خلافت کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔۔ انسان نے اپنے ان اعزازات کے ساتھ منشائے الہی کے تتبع میں قدم بڑھائے تو اسے کامیابیاں ملیں، جس کا اظہار، بصیرت کی آنکھ کو آثار کائنات میں ہر لمحہ میسر ہے۔

علماء وحکما کی طرف سے لفظ خلیفہ کی یہ تشریح۔ انسان کی تخلیق اور کائنات میں اس کے مقام کے حوالے سے قرآنی تصور کے عین مطابق ہے۔

کلام الہٰی اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے، چند نکات کی صورت میں اس کا خلاصہ حسب ذیل بنتا ہے:

(ا) انسانی تخلیق خصوصی توجہ سے، خاص مقصد کے تحت، باقاعدہ اہتمام کے ساتھ ہوئی ہے۔

(ب) یہ مخلوق اعلیٰ بنیادوں پر، بہترین صلاحیتوں کے ساتھ، متوازن اور متناسب طبعی خواص سے مزین کی گئی ہے۔

(ج) بنی آدم کو ضروری وسائل، تسخیر کائنات کا ملکہ اور مخلوق میں عزت و تکریم سے نوازا گیا ہے۔

(د) انسان کو آزادیٔ ارادہ کے ساتھ تصرف فی الدنیا رکھنے والی کائنات میں واحد صاحب اختیار ہستی بنایا گیا ہے۔

(ر) یہ اعزازات واختیارات اسے ایک مہلت عمل کے ساتھ بطور امانت عطا ہوئے ہیں اور وہ اس امانت و خلافت کے بارے میں اپنے مالک حقیقی کے سامنے جوابدہ ہے۔ (37)

گزشتہ صفحات کے تحقیقی مطالعہ کے ذریعے قرآنی آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ خلافت بمعنی نیابت الہٰی کے اولین مصداق انبیائے کرام ہیں، جنہیں رب کائنات نے انسانوں کی ہدایت و امامت اور اپنی نیابت کے لئے منتخب کیا۔ قرآن کے اعلان کے مطابق انبیائے کرام کا مقدس سلسلہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی رسالت پر ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اب کسی نبی کے بطور "خلیفۃ اللہ فی الارض" مبعوث ہونے کے تمام امکانات مکمل طور پر ختم ہو چکے ہیں۔

مفسرین قرآن اور علماء اسلام کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ سورۃ النور کی آیت ۵۵ کے وعدہ حق کی تکمیل، امت مسلمہ میں "خلافت راشدہ" کی صورت میں ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر علامہ ابن العربی کی رائے درج کی جاتی ہے:

"وقال علماؤنا: هذه الآية وعدحق وقول صدق ، بدل ذلک علی صحة امامة الخلفاء الأربعة ،لأنه لم يتقدمهم أخذفي الفضيلة الی يومنا هذا ، فأولئک مقطوع بامامتهم ، متفق عليهم وصدق وعدالله فيهم"۔(38)

" گویا خلافت کی اصطلاح تاریخ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس سے مراد دین و دنیا کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت ہے۔

ادارہ خلافت، رسول ﷺ کے بعد سقیفہ بنو سعد میں اس وقت معرض وجود میں آیا جب کھلے عام مباحثہ اور مشاورت کے ذریعے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مسلمانوں نے اپنا سربراہ منتخب کیا۔ آپ کو "خلیفۃ اللہ" کے نام سے پکارا گیا تو آپ نے فوراً تصحیح کی کہ میں "خلیفۃ الرسول ﷺ" ہوں"۔ (39)

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کو پہلے پہل " خلیفۃ الرسول ﷺ" کے خطاب سے یاد کیا گیا جو بعد میں خلیفہ تک محدود ہو گیا اور صحابہؓ کے پکارنے پر آپ کے عہد سے "امیر المؤمنین" کا لفظ خلیفہ کے لیے مخصوص ہو گیا۔ (40)

جناب رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کے لئے خلافت کا لفظ خود رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ماخوذ ہے جن میں آپ نے خلافت کے زمانہ تک کی تخصیص فرمادی تھی۔ ارشاد ہوا:

"تکون النبوة فیکم ماشاء الله ان تکون ثم یرفعها اِذاشاء أن یرفعها ثم تکون خلافة علی منہاج النبوة فتکون ماشاء الله ان تکون ثم یرفعہا اذاشاء اَن یرفعہا ثم تکون ملکا۔(41)"

"یعنی تمہارے درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے اور جب وہ چاہے گا اس کو اٹھانا، اٹھالے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہو جائے گی"۔

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ:

"الخلافةنیابة فی حفظ الدین وسیاسة الدنیا۔(42)"

"یعنی امامت قائم ہوتی ہے نبی کی نیابت کیلئے دین اسلام کی حفاظت اور دنیا کے نظم ونسق چلانے اور اس کی اصلاح کرنے کے لئے "

الغرض خلافت کی اصطلاح ریاست کیلئے استعمال ہو یا (امامت / امارت / مقتدرہ قوت) حکومت کے لئے اس سے مراد نبی آخر الزماں کی نیابت وجانشینی ہے جس کا مقصد دین کی حفاظت ، دنیا کی اصلاح اور انسان کی فلاح وبہبود ہے۔ ان اصولوں کی بنیاد پر جو کہ خود رسول ﷺ نے قرآن مجید کی روشنی میں رب کائنات کی براہ راست ہدایت کے تحت متعین کر دئے ہیں۔ اسلامی ریاست اور اسلامی حکومت دراصل ہر اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی جانشینی ، نیابت اور پیروکاری ہی کا نام ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آغاز سے ہی اپنے آپ کو "خلیفۃ الرسول ﷺ" کہلوانا پسند فرمایا اور یوں خلافت کی دستوری تعریف متعین کر دی۔ قرآن وحدیث کے متعین کردہ اصولوں اور واضح اعلان کے ساتھ ، تاریخی حقائق اور عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں دور خلافت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے خلفاء اربعہ کا (حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ) عہد زریں ۱۱ تا ۴۰ ہجری ہے۔ یہی حقیقی معنوں میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت ہے جو تاریخ انسانی میں خلافت راشدہ کے نام سے جانی جاتی ہے۔

خلاصہ بحث

ایسی حکومت جس کے قوانین اللہ احکم الحاکمین کے مقرر کردہ ہوں اور جن کو ایک شارع (رسول) نافذ کرتا ہو جو دنیا وآخرت میں مفید ہو یعنی ایسی حکومت جو عوام کو اسلامی نظریے اور شرعی قوانین کا پابند بناتی ہے اور اسی پابندی کا مقصد اخروی زندگی اور دنیوی زندگی دونوں کے فوائد ومصالح کا حصول ہوتا ہے ۔ کیونکہ سیاست

وریاست کا اصل مقصد عوام کو حقیقی مسرت، خوشحالی اور نفس الامری وابدی سعادت وخوش نصیبی بہم پہنچانا ہے جو صرف دنیوی اور معاشی خوشحالی سے نہیں مل سکتی بلکہ روحانی واخلاقی معیار کی بلندی بھی اس کی لازمی شرط ہے۔ اس لئے "سیاست شرعیہ" ہی وہ سیاست ہے جو عوام کی معاشی زندگی کا معیار بلند کرنے کے ساتھ ساتھ روحانی اوراخلاقی معیار بلند کرنے کا انتظام کرتی ہے۔ فلاح دنیوی کے ساتھ ساتھ فلاح اخروی کا بھی اہتمام کرتی ہے۔

خلافت بمعنی نیابت الٰہی کے مصداق تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ خلافت مسلمانوں کی سربراہی اوررسول خدا کی جانشینی ہے۔ شرعی اور سیاسی امور میں یہ اختیارات کی ملکیت کا نام نہیں بلکہ ایک ذمہ داری اوراعزاز ہے۔ یہ لفظ ریاست اور حکومت کے لیے بھی مستعمل ہے۔یعنی جہاں یہ ایک نظریہ وتصور کا نام ہے وہاں ادارے اور نظام کا نام بھی ہے۔ اسلامی اصولوں کی بنیاد پر منظم معاشرے کا نام بھی اوراس کی ہیئت حاکمہ کا بھی۔ اس کی بہترین مثال نبی ﷺ کا دور ہے اوراس کے بعد آپ ﷺ کے تربیت یافتہ راست روجانشینوں یعنی خلفائے راشدین کی حاکمیت کا دور ہے، جسے خلافت راشدہ کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ نظام زندگی اشتراکیت اوراشتمالیت، لبرل ازم، جمہوریت اور ملوکیت سے ممتاز اور مختلف ہے۔ ایک سیاستدان، راہنما، لیڈر اور ذمہ دار حکومت میں ان صفات وشرائط کو ہونا چاہیے کہ وہ مسلمان ہو، صادق وامین ہو، متقی ہو، عادل وصالح ہو، تعلیم یافتہ ہو، آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، دلیر ہو، معاملہ فہم ہو، احساس ذمہ داری کا حامل ہو۔

حوالہ جات

[1] ابن خلدون، عبد الرحمٰن "المقدمہ" منشورات، بیروت، س۔ن، ص ۱۱۳

Ibn e khuldoon, Abdul Rahman, al-muquqadma mnsorat , bitrot,pag113

[2] اصفہانی، حسن بن محمد، الراغب، الذریعۃ الی مکارم الشریعہ، دارالسلام، مصر، ۱۴۴۱ھ، ص ۱۸

Asfhani, hassan bin Muhammad al-ragib, alzaria ala mkarm al-shria , dar al-slam misar, 1441, pag18

[3] قومی انگریزی اردو لغت"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۲۶

Qomi English urdul lugat, muqtara qomi zuban , Islamabad, 1992, pag1126

[4] دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱، ۱۹۹۵/ ۱۵۶

Dahlavi,syyed Ahmad, fharhing affiya, urdu scince board Lahore, 1995, 156

[5] خویشگی، محمد عبد اللہ خان، فرہنگ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۱۵

Khusahgi, Muhammad Abdullah Khan , fhrhing amiro , muqtadar qomi zuban Islamabad, 1989, pag215

6 علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء، ص۱۷

Ilmi urdu lugat, ilmi khutab khana urdu bazar Lahore , 1983, pag17

7 علمی اردو لغت، ص۱۷

Ilmi urdu lugat, pag17

Aristotle, the politics Suffolk .U.K, 1967, P 236-237 8

9 نعیم احمد، ڈاکٹر، "اس کے مضامین" (مترجم: قاضی جاوید) گوارا پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص۱۳

Naeem Ahmad, Dr, mazameen, gawara publicaliton , Lahore, 1994, pag13

10 پوپر، کارل، "فلسفہ سائنس اور تہذیب"، مترجم ڈاکٹر ساجد علی، مشعل لاہور، ۱۹۹۷ء، ص۲۵۰

Popar , karal, falsafa scince aor tahzib , mutarjam Dr, sajid ali, mashal Lahore, 1997, pag240

11 محمد قطب، "اسلام اور جدید مادی افکار"، مترجم: سجاد احمد کاندھلوی، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص۹۴

Muhammad qutab islamaur jaded madi ifkar , mutarjam sajjad Ahmad khandalvi, islami publication Lahore, 1998, pag94

12 الزبیدی، محمد بن محمد مرتضیٰ، "تاج العروس من جواہر القاموس" دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ۱۰/۲۱۵

Al-zubadi, Muhammad bin Muhammad murtaza , taj al-aroos min jwahir al-qamoos, dar al-fikar birot 1414, jil10, pag215

13 ابن منظور، محمد بن مکرم، "لسان العرب" داراحیاء التراث العربی، بیروت، المطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۵ء، ۴/۱۴۹

Ibn e mnazoor , Muhammad bin mukarram , lisan al-arab, dar ahya al-turas al-arbi , birot, 1995, jil 4, pag149

14 مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، "اسلامی ریاست"، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص۴۸۰-۴۸۱۔

Mododi, abo al-ala syyed, islami riyasat , Islamic publication, Lahore, 1969, pag480

15 ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، "السنن"، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۹ء، ابواب الزہد، ۲/۱۲۱

Tirmazi, abo esa, Muhammad bin eesa, al-sunan, dar al-salam lilnasar wal tawazi –alriyad , 1999 , abwab al-zahid, jil 2, pag121

16 عبد الرحمان کیانی، "مغربی جمہوریت اور پاکستان میں موجودہ انتخاب"، ص۲۴

Abdul Rahman kayani, magrabi jamhoriyat awr Pakistan miN mwjoda intikhab , pag24

17 المائدہ، ۵:۲

Al-maida 2:5

18 البقرۃ، ۲:۱۰۲

Al-baqra 2:102

19 یوسف، ۱۲:۱۰۱

Yousat 12:101

[20] الراغب اصفہانی، حسن بن محمد، "المفردات فی غرائب القرآن" (ترجمہ: مفردات القرآن) مصطفی البابی الحلبی، مصر، س۔ن، ص ۴۸۹

Al-ragib asfhani, Hassn bin Muhammad , al-mufradat figharib al-quran, Mustafa al-bani al-hibli, misar ,pag489

[21] القرآن الحکیم، النمل ۲۷:۳۴

Al-Quran al-hakeem al,namal 27:34

[22] ابن خلدون، المقدمہ، ص ۱۵۱

Ibne khuloon , al-muqdama , pag151

[23] ابن کثیر، عماد الدین ابی الفداء اسماعیل، "البدایۃ والنہایۃ" مکتبہ المعارف بیروت، ۱۹۶۶ء، ۱۳/۸۶-۸۷

Ibn e kaseer , emad al-deen abi al-fida ismail , al-bidaya wl-nihaya , maktaba la-maraif birut, 1966, jild 13pag,87

[24] البقرہ ۲:۳۰

Al-baqra 2:30

[25] الاعراف، ۷:۱۶۹

Al-araf 7:169

[26] ابن منظور، لسان العرب، ۳/۸۲

Ibn e manzoor, lisan al-arab , jild3 pag82

[27] ابن منظور، لسان العرب، ۳/۸۳

Ibn e manzoor , lisan al-arab jil3, pag83

[28] الشوکانی، محمد بن علی، بن محمد، "فتح القدیر، الجامع بین فنی الروایۃ من علم التفسیر"، مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۸ء، ۱/۴۹

Al-shokani , Muhamad bin Ali , bin Muhammad , fath al-qadeer, al-jami bian fan al-riwaya min ilm al-tafseer, Mustafa al-halbi, misar, 1989, jild 1, pag49

[29] ص ۲۶:۳۸

[30] اصفہانی، مفردات فی غرائب القرآن، ص ۲۵۳

Asfahani, mufradat fi ghraib al-qruran pag253

[31] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴/۳۲

Inb e kaseer, tafseer al-qruran al-azeem jil 4, pag32

[32] الاعراف ۱۴۲:۷

Al-araf 142:7

[33] الانعام ۱۶۵:۶

Al-innam 165:6

[34] الاعراف ۶۹:۷، ۷۴، ۱۲۹

Al-araf 69:7

[35] الطنطاوی، جوھری، الشیخ، "الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم" داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الرابعہ، ۱۹۹۱ء، ۱/ ۵۴ تا ۵۶۔

Al-tantavi, Johari, al-shaik, al-jwahir fi tafseer al-qruran al-kareem , dar ahya al-turas al-arbi, biut, 1991, jil 1, pag54

[36] محمد قطب، شہید، "فی ظلال القرآن" داراحیاء الکتب العربیہ، مصر، س۔ن، ۱/ ۶۵-۶۶

Muhammad Qutab, sheed fi zilal al-quran, dar ihya al-kutab al-arbiya, misar, jild1, pag64

[37] البقرہ ۱:۳۰

Al-baqra 1:30

[38] ابن عربی، محمد بن عبداللہ، "احکام القرآن" دارالمعرفہ، بیروت، ۱۹۵۸ء، ۳/ ۱۳۸۰

Ibn e arbi, Muhammad bin Abdullah , ahkam quran, dar al-marifa burat, 1958, jild3, pag1380

[39] ابن خلدون، المقدمہ، ص۱۵۹

Ibn e khuldoon, al-muqdama , pag159

[40] ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، النظم الاسلامیہ، داراحیاء الکتب العربیہ، مصر، س۔ن، ص۲۸۸

Dr Hassan ibraheem Hasan ,al-nazam al-islamia , dar ahya al-kutab ,al-arbia , misar pag288

[41] احمد بن حنبل، ابوعبداللہ، "المسند" داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۵/ ۳۴۱ تا ۳۴۲

Ahmad bin hanbal, abo Abdullah, al-musna, dar ahya al-turas al-arbi, burot, 1991, jild5, pag341

[42] ابن خلدون، المقدمہ، ص۳۷۱

Ibn e Khuldoon , al-muqadma, pag371